۱۳

بجٹ پورا کرنے‘ ۲ جون کے جلسوں کو کامیاب بنانے اور الفضل کے خاتم النّبیّن نمبر کی توسیعِ اشاعت کیلئے پوری کوشش کی جائے

(فرمودہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۲۹ء)

تشہّد‘ تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

آج میرا منشا ایک اور مضمون کے متعلق بیان کرنے کا تھا لیکن بعض دوستوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ مالی سال چونکہ ختم ہونے والا ہے اس لئے میں بجٹ پورا کرنے کے متعلق جماعت کو ہدایت کردوں۔ ان دوستوں نے یہ بھی خواہش کی ہے کہ بجائے اس کے کہ مالی سال اپریل کے آخر میں ختم کر دیا جائے اسے مئی کے کچھ دنوں تک جاری رکھا جائے۔ باوجود اس کے کہ ایسی خواہش کرنے والوں میں سے بعض مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں شاید انہیں یاد نہیں رہا کہ تجربہ کار اور واقف کار اصحاب کے مشورہ کی بناء پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مالی سال اُسی دن ختم ہو جانا چاہئے جس دن اسے دراصل ہونا ہے۔ اگلے سال کے کچھ دن اس میں داخل کرنا اصولی طور پر ناقص ہے اور اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ پس جس امر کے متعلق ان لوگوں کے مشورہ کے بعد جو محکمہ مال اور بنکوں کا تجربہ رکھتے ہیں اور گورنمنٹ کے مختلف مالی صیغوں میں کام کرتے ہیں فیصلہ ہو چکا ہے اُس کو محض اس لئے کہ لوگوں کے دلوں میں بجٹ کے پورا کرنے کی مزید خواہش پیدا ہو اور

وہ زیادہ کوشش کریں میں رد نہیں کرسکتا۔ بجٹ کا سال ۳۰۔ اپریل کو پورا ہوگا اور یکم مئی سے جو رقوم آئیں گی وہ نئے سال میں محسوب ہونگی۔ لیکن میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اگر ہمارے دوست بقائے اپریل میں ادا نہیں کر سکے اور مئی کے کچھ دن لینے ان کے لئے ضروری ہیں تو سال ختم کرنے سے کونسی روک ان کے راستہ میں حائل ہو جائے گی کہ مئی کے ابتدائی ایام میں وہ اپنے بقائے پورے نہ کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یکم مئی سے ۳۰۔ اپریل تک کا بل نہیں پیش ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہی کام کرتے ہیں کسی پر زبردستی نہیں کر سکتے۔ جو شخص دین کے کام میں حصہ لیتا ہے وہ اسی خیال سے لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور وفات کے بعد وہ ایسے راستہ پر چل سکے جو اسے خدا تعالیٰ کے قریب کر دے۔ یہ خواہش اور تڑپ ہے جو دین کے لئے قربانی پر مجبور کرسکتی ہے اسے نکال دو تو نہ ہمارے پاس کوئی حکومت ہے نہ طاقت اور نہ رُعب جس سے ہم کسی سے کچھ لے سکیں۔ گورنمنٹ توپوں، بندوقوں، فوجوں، قوانین اور جیل خانوں کے ذریعہ ٹیکس وصول کرتی ہے لیکن ہمارے پاس دباؤ کے یہ سامان نہیں مگر کوئی شخص ہماری آواز کو سنتا ہے اور سلسلہ کی خدمت کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ درحقیقت اسی حالت میں سنتا ہے کہ جب اس کے اپنے دل سے بھی ایسی ہی آواز اُٹھ رہی ہوتی ہے۔ اگر اس کے اپنے دل سے ایسی آواز نہیں اُٹھتی تو ہمارا کہنا اس پر کچھ اثر نہیں کرسکتا۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ ہم دنیا میں کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور مؤمن کا تو کوئی بھی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ لیکن بعض کمزور ایمان والوں کا دنیا میں ایک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جو طاقت کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اس کے نزدیک دنیا کا تمام کارخانہ اسی شخص کے گرد چکر لگاتا ہے جو کسی کا کچھ کر سکے یعنی بگاڑ سکے۔ پس ایسے لوگوں پر جو طاقت اور قوت کو ہی مانتے ہیں ہماری آواز کچھ اثر نہیں رکھتی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ہم کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور جن کے سارے کام اسی کو راضی کرنے کے لئے ہوتے ہیں ان کیلئے نہ اپریل کچھ ہستی رکھتا ہے نہ مئی۔ ان کے لئے سب کچھ خدا ہی ہے اور وہ اسی کی پرواہ کرتے ہیں۔ جذبات سے تعلق رکھنے والے یعنی SENTIMENTAL لوگوں کے جذبات کا خیال رکھنا ایک حد تک بے شک ضروری ہوتا ہے۔ دس دن اور زیادہ کر دیئے جائیں تو ممکن ہے ایسے لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور ایسا کرنا مالی لحاظ سے بے شک فائدہ مند ہوسکتا ہے لیکن اخلاقی لحاظ سے اس

سے نقصان ہوگا کیونکہ اس سے ایک اپنا ہی بنایا ہوا قانون توڑنا پڑے گا اور جس قوم میں قانون کا احترام نہ رہے وہ کامیاب نہیں ہوسکتی اس لئے قانون تو توڑا نہیں جاسکتا لیکن مخلص کے لئے رستہ کھلا ہے جس نے خدا کے لئے دینا ہے اس کے لئے اپریل اور مئی مساوی ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کا نام ان لوگوں کی فہرست میں شائع ہوجائے جنہوں نے بجٹ وقت پر پورا کردیا ہے یا اخبار میں اس کا نام شائع ہوجائے اور اس خیال سے کسی مزید مُہلت کا خواہاں ہے تو میں کہوں گا اس نے بہت گھاٹے والا سودا کیا کیونکہ اس نے لوگوں کی خوشی کو خدا کی رضا پر مقدم کیا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسی مجبوریوں کی وجہ سے جو اس کے تصرف سے باہر ہیں مقررہ وقت میں بجٹ پورا نہیں کرسکا تو بعد میں جس قدر جلد ممکن ہو کرسکتا ہے۔ پس میں سمجھتا ہوں اگر میعاد نہ بھی بڑھائی جائے تو بھی مخلص ضرور بجٹ کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہر بجٹ جماعتوں کے مشورہ سے پاس ہوتا ہے اور سب جماعتوں کے نمائندے مل کر اسے پاس کرتے ہیں اگر کوئی جماعت اپنا نمائندہ مجلس مشاورت میں نہیں بھیجتی تو یہ اس کا اپنا قصور ہے ہماری طرف سے تو متواتر اور بار بار اعلان کئے جاتے ہیں اور یاد دہانیاں کرائی جاتی ہیں کہ نمائندے آئیں اور معاملات پر غور کریں۔ پھر جو موجود ہوتے ہیں ان سب کے غور و فکر کے بعد بجٹ تیار ہوتا ہے اور جماعت کے نمائندوں کی کثرتِ رائے اسے پاس کرتی ہے۔ اگرچہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جماعت کے نمائندوں کی کثرتِ رائے ایک فیصلہ کرے اور میں اسے ردّ کردوں لیکن آج تک ایسا ہوا نہیں اور میں نے نمائندوں کا پاس کردہ بجٹ کبھی نامنظور نہیں کیا اور ہمیشہ اسی سے اتفاق کیا ہے جس پر کثرت متفق ہوگئی تا لوگوں میں بشاشتِ ایمان پیدا ہو اور خدمتِ دین کا شوق تازہ رہے اور وہ کسی قسم کا جبر محسوس نہ کریں۔ تو وہ بجٹ جسے جماعت کے نمائندے تسلیم کرتے ہیں وہ جماعت اور خدا تعالیٰ کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے جسے ہر جماعت تسلیم کرتی ہے کہ پورا کرے گی۔ ہمارے سب کام خدا تعالیٰ کے لئے ہیں اس لئے خواہ پچاس سال بھی گذر جائیں وہ معاہدہ بدستور قائم رہے گا۔ اگر کوئی جماعت اس معاہدہ یعنی بجٹ کو اس سال پوری طرح ادا نہیں کرسکتی تو بقیہ اسے اگلے سال ادا کرنا چاہئے اگر ہم کسی شخص کو دس دن کے بعد کوئی چیز دینے کا وعدہ کریں لیکن کسی وجہ سے دس دن تک نہ دے سکیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہونگے کہ اب اس کا دینا ہم پر واجب نہیں رہا۔ ہم نے جو وعدہ کیا ہے وہ بہرحال قائم ہے اور اس کا پورا کرنا واجب

ہے خواہ اس پر پچاس سال بھی کیوں نہ گذر جائیں۔ پس بجٹ بھی وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہر جماعت کے لئے ضروری ہے۔ اگر وہ اس سال ادا نہیں ہوتا تو اس کے کھاتے میں ضرور درج رہے گا خواہ کتنی مدت گذر جائے اس کے ذمہ وہ واجب الاداء ہی ہوگا۔

پس جو لوگ خدا تعالیٰ سے معاملہ صاف رکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے تو نہ اپریل کی قید ہے نہ مئی کی بلکہ انہوں نے خواہ کتنی مدت بھی کیوں نہ گذر جائے آخر اسے ادا کرنا ہے اور اس کے لئے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں کیونکہ ان کے ذمہ یہ ایک فرض ہے۔

فرض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو جیسے زکوٰۃ ہے یا ہماری جماعت کے لئے وصیت ہے۔ اس میں حد بندی ہے کہ کم از کم دسواں حصہ ادا کیا جائے یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی مقرر ہیں۔ اور کچھ فرض وہ ہوتے ہیں جو انسان اپنے پر خود مقرر کر لیتا ہے اور پھر وہ بھی ایسے ہی ضروری ہو جاتے ہیں جیسے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض۔ فقہاء نے اس پر بحث کی ہے کہ نفل ضروری نہیں لیکن اگر کوئی شخص ارادہ کر لے تو وہ بھی اس کے لئے فرض ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص نذر مان لے تو پھر اس کا ادا کرنا اس کے لئے فرض ہی ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو نفل ہے جب اپنے اوپر واجب کر لی جائے تو وہ بھی فرائض و واجبات میں شامل ہو جاتی ہے اور اس کا پورا کرنا ایسا ہی ضروری ہو جاتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرائض کا۔ سو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ ۳۰۔ اپریل کے بعد بھی بقیہ رقوم کی ادائیگی اسی طرح ضروری رہے گی۔ اس وعدہ کی بناء پر جو جماعت کرتی ہے اخراجات تو ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ پورے نہ ہو سکیں تو اس کا اثر اگلے سالوں پر پڑتا ہے اور اس صورت میں مالی حالت اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک بقائے ادا نہ ہوں۔ پس گو یہ میری آواز جماعتوں کو اُس وقت پہنچے گی جب اپریل میں وعدے پورے کرنے کا کوئی وقت نہیں ہوگا۔ لیکن میں نے بتا دیا ہے کہ خدا کے ساتھ جو وعدہ کیا جائے اس میں اپریل یا مئی کا کوئی ذکر نہیں ہوتا بلکہ وہ زندگی سے لے کر موت تک کا وعدہ ہوتا ہے۔ جس نے اسے اس سال پورا نہیں کیا اس نے اگر سستی کی ہے تو اسے چاہئے کہ اگلے سال کے ساتھ ملا کر ادا کرنے کے علاوہ استغفار بھی کرے۔ اگلے سال کے لئے بھی نمائندے جو وعدہ کر گئے ہیں اسے بھی پورا کریں اور پچھلا بھی ادا کریں کیونکہ وہ عہد ہے اور عہد مسئول ہے یہ نہیں کہ وہ مرضی سے اپنے ذمہ لیا تھا اور جب چاہا چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ

اس کے متعلق سوال کرے گا اور توڑنے والے سے مؤاخذہ ہوگا۔ پس بہر حال پچھلا بقایا پورا کرنا ضروری ہے۔ سال بے شک ختم ہے لیکن اس کے ساتھ معاہدہ ختم نہیں ہو جاتا کیونکہ یہ سال اور مہینے ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کا زمانہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس جن دوستوں نے کسی عارضی مجبوری کی وجہ سے جیسے پچھلے سال قحط تھا بجٹ پورا نہیں کیا تو اگر خدا تعالیٰ نے ان کی روکوں کو دور کر دیا ہے تو انہیں چاہئے کہ اگلے سال کا بجٹ بھی پورا کریں اور بقایا بھی ادا کریں لیکن جن کی روکیں ابھی چلی جا رہی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور معذور ہیں تاہم انہیں چاہئے کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ سُست نہیں' اپنی معذوریاں اپنے بھائیوں کے پیش کر دیں۔ اور اگر کوئی مستقل مصیبت میں ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہے۔ لیکن اسے بھی چاہئے کہ اپنے بھائیوں پر یہ ثابت کر دے کہ وہ سُستی سے ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ فی الواقعہ تکلیف میں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر اس میں خواہش ہے کہ خدا تعالیٰ توفیق دے تو میں بھی خدمتِ دین کے لئے قربانی کروں تو خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا ہی ہے جیسے باقاعدہ ادا کرنے والے۔ میں اپنے دوستوں سے خواہ وہ قادیان کے ہوں یا باہر کے اگرچہ درخواست تو قادیان والوں نے ہی کی تھی نصیحت کرتا ہوں کہ ۳۰۔ اپریل کے ختم ہونے کے بعد بھی وہ بقائے صاف کرنے کی طرف خاص دھیان دیں۔ ہمارا سال بے شک ختم ہو جائے گا لیکن خدا کا سال ختم نہیں ہوگا خدا تعالیٰ کے سال اور ہیں خدا تعالیٰ کا سال انسان کی پیدائش سے موت تک ہے۔ امید ہے کہ دوست مالی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں بقائے جلد صاف کریں گے۔ چندہ دیتے ہوئے ہمیں صرف مالی پہلو کو ہی مدنظر نہیں رکھنا چاہئے اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم چندہ دے رہے ہیں کیونکہ جو چندہ دیا جاتا ہے وہ صرف چندہ نہیں بلکہ اسلام کی ہر قسم کی خدمت ہے۔ وہی سونا یا چاندی یا کاغذ جو ہم دیتے ہیں وہ دراصل تبلیغ' تربیت اور تعلیم ہوتی ہے۔ وہ اس کام کو جو حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے پورا کرنے کا نشان اور علامت ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاندی یا سونے کو چاندی یا سونے کی شکل میں نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ان روحانی معارف کی صورت میں دیکھنا چاہئے جو اس کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نادانوں نے اعتراض کئے اور اب بھی اخباروں میں ایسے اعتراضات ہوتے رہتے ہیں کہ آپ وصیت کے ذریعہ روپیہ وصول کرتے ہیں لیکن انہوں نے سمجھا نہیں کہ یہ روپیہ دراصل روپیہ نہیں بلکہ دین کی اشاعت ہے۔

وہ دراصل متمثّل ہے اور تمثیلی رنگ میں خدمتِ قرآن جو خدا تعالیٰ کا کلام اور اخلاق ہے کیونکہ اس سے ان امور کی اشاعت ہوتی ہے اور جس حد تک کوئی اس میں حصہ لے سکے اُسی حد تک وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ ایک بات ہے جو آج کے خطبہ کے ذریعہ میں دوستوں کو کہنا چاہتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ۲ جون ۱۹۲۹ء کے جلسے قریب آ رہے ہیں۔ اس کے متعلق اخباروں میں جو اعلان وغیرہ ہوئے ہیں ان پر قریب ایک ہزار جلسوں کے انعقاد کی درخواستیں آئی ہیں میں امید کرتا ہوں کہ احباب قلّتِ وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تعداد بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے۔ اس سال میں نے قریباً چار ہزار جلسوں کے انعقاد کا اعلان کیا ہے لیکن اگر اتنے نہ ہوسکیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ قریب تعداد میں کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ پچھلے سال ایک ہزار کے قریب جلسوں کا اعلان کیا گیا تھا اور وعدے صرف چار پانچ سَو کے درمیان آئے تھے۔ لیکن جو رپورٹیں آئیں ان سے معلوم ہوا کہ آٹھ نو سَو کے قریب جلسے ہوئے ہیں۔ بعض مقامات سے رپورٹیں نہیں بھی آئیں اس لئے خیال کیا جاسکتا ہے کہ ہزار کے قریب جلسے ضرور ہو گئے ہوں گے۔ اس سال ہزار کے وعدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اندازہ ہے کہ دو ہزار جلسے انشاء اللہ ہو جائیں گے۔ لیکن جو چیز حساب میں آ جائے اس پر جتنی تسلّی ہوسکتی ہے اتنی اس پر نہیں ہوسکتی جو صرف اندازہ میں ہو اس لئے میں احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان جلسوں کو کامیاب اور پُر رونق بنانے کے لئے پوری پوری جدوجہد کریں۔ پچھلے سال بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ مختلف لوگوں پر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ جلسے ملک میں بلکہ دنیا میں امن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ دنیا میں تمام لڑائیاں مذہبی اختلاف کی بناء پر ہیں۔ عیسائیت آج اگرچہ سیاست کے پیچھے چل رہی معلوم ہوتی ہے لیکن وہ بھی مذہبی اختلاف کے اثرات سے بچی ہوئی نہیں۔ عیسائی آپس میں اختلاف کے باوجود مل بیٹھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ وہ نہیں مل سکتے اور اسلام سے انہیں دشمنی بدستور ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ یورپ میں تعصّب نہیں۔ ان میں تعصّب ہے اور ضرور ہے لیکن بات صرف یہ ہے کہ اب یورپ مہذّب ہو گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہمارے ملک میں بعض امراض کے لئے چرِیتا پلایا جاتا ہے جو بہت کڑوی دوائی ہے لیکن یورپ والے چرِیتا نہیں پلاتے بلکہ اس کا ایسنس (ESSENCE) [1] دیتے ہیں۔ یا جیسے کونین پر چینی چڑھا کر دیدی جاتی ہے۔ وہ کونین تو ہوتی ہے لیکن SUGAR COATED ہوتی ہے۔ اس کی اصلیت کو بناوٹ سے

چُھپا دیا جاتا ہے یہی حال آج یورپ کا ہے۔ ان میں تعصب ہے اور اس میں وہ افریقہ کے جنگلیوں یا افغانستان کے پٹھانوں سے کسی طرح بھی کم نہیں بلکہ ممکن ہے اپنے بڑھے ہوئے جذبات کے باعث پہلے سے بھی زیادہ تعصّب ان میں پیدا ہو گیا ہو لیکن وہ چونکہ تعلیم میں بھی بڑھ گئے ہیں اس لئے وہ اسے عام طور پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کونین پر میٹھا چڑھا دیا جائے۔ لوگ سمجھتے ہیں یہ میٹھا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ کونین ہوتی ہے اس تمام تعصّب کی جڑ مذہبی اختلاف ہے۔ پادریوں نے کتابیں لکھ کر یورپ کو اسلام سے ایسا بدظن کر رکھا ہے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ) ایک نہایت بھیانک ہستی سمجھتے ہیں۔ عیسائی مذہب سے صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت کی روح نہیں لیکن پادری کئی سَو سال انہیں یہی بتاتے چلے آ رہے ہیں کہ اسلام کے نزدیک عورت میں روح نہیں ہوتی حالانکہ قرآن میں صاف طور پر موجود ہے کہ عورت بھی ایسی ہی ثواب کی مستحق ہے جیسا مرد۔ سینکڑوں عیسائی اب بھی ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مسلمان محمد (ﷺ) کا بُت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اور جب اسلامی عبادت کا سوال ہو گا فوراً اُن کے ذہن میں یہی عبادت آ جائے گی بلکہ میں نے بڑے بڑے مصنّفوں کی کتابوں میں یہی بات لکھی دیکھی ہے اور اسی تعصّب کی وجہ سے عیسائی مسلمانوں سے الگ ہیں اور ان سے نہیں ملتے۔ اسی طرح اور قوموں میں بھی سخت اختلاف ہے۔ ہندو، پارسیوں اور چینیوں کو گندے اور نجس سمجھتے ہیں اور وہ ہندوؤں کو۔ غرضیکہ ہر قوم دوسری سے متنفّر اور بدظن ہے۔

ان حالات میں ایسے جلسے جن کا مقصد یہ ہو کہ مختلف بانیانِ مذاہب کی خوبیاں لوگوں کو معلوم ہوں اتحاد و اتفاق کا موجب ہونگے اور اگر یہ تحریک دنیا میں کامیاب ہو جائے تو امن قائم ہو جائے اور تعصّب دور ہو جائے۔ ہم چونکہ رسول کریم ﷺ کو مانتے ہیں اس لئے ہمارا یہی کام ہے کہ آپ کی شان کے اظہار کے لئے جلسوں کا انتظام کریں لیکن اگر ہندو حضرت کرشن، رام اور بدھ کی لائف دنیا کے آگے پیش کرنے کے لئے جلسوں کا انتظام کریں تو ہمیں ان میں شمولیت سے انکار نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر مختلف مقامات پر ایسے جلسے منعقد ہوتے رہیں تو دنیا میں بہت جلد امن قائم ہو جائے۔ لوگوں کو سمجھانا چاہئے کہ یہ جلسے محض رسول کریم ﷺ کے لئے ہی نہیں، ہم چونکہ انہیں مانتے ہیں اس لئے انہیں ہی پیش کرتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اپنے اپنے بزرگوں کے لئے ایسا انتظام کریں ہم بھی ان میں ضرور شامل ہونگے۔ بشرطیکہ ان کا

مقصد بھی یہی ہو جو ہم نے رکھا ہے اور کوئی سیاسی غرض ان کے مدنظر نہ ہو۔ ان کے بزرگوں کے متعلق بھی بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ مثلاً اگر گاؤں کے کسی جاہل مسلمان سے پوچھو کہ کرشن اور رام کون تھے تو وہ یہی کہے گا کہ ہندو تھے اور ہندو ہونے کے باعث انہیں کافر خیال کرتا ہوگا لیکن وہ ان قربانیوں سے قطعاً ناواقف ہوگا جو انہوں نے بنی نوع انسان کی خاطر کیں۔ ان کی خدماتِ ملکی کا اسے کوئی علم نہیں اور وہ اس عشق کی آگ سے بالکل بے خبر ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے ان کے اندر موجود تھی۔ پس اگر وہ بھی ایسے جلسوں کا انتظام کر کے رام، کرشن، بدھ، زرتشت، کنفیوشس کی لائف تاریخی طور پر دنیا کے سامنے پیش کریں کتھا کے طور پر نہیں بلکہ تاریخی واقعات سے ان کی خوبیاں لوگوں کے سامنے رکھیں تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس موقع پر اخبار الفضل کا خاتم النبیین نمبر بھی شائع ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ دوستوں نے اس کی توسیعِ اشاعت کے لئے پوری توجہ نہیں کی۔ میرا خیال تھا کہ اس سال یہ پرچہ کم از کم پندرہ ہزار شائع کیا جائے لیکن اخبار والے گذشتہ سال کے تجربہ کی بناء پر اس قدر شائع کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے اس لئے ان کا ارادہ دس ہزار شائع کرنے کا ہے۔ اب چونکہ وقت بہت کم ہے اور چھپائی شروع ہونے والی ہے اگر آرڈر زیادہ نہ آئے تو ممکن ہے اس سے بھی کم چھپے اور پھر دوستوں کو محروم رہنا پڑے کیونکہ دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہوگا۔ اس لئے میں تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے اپنے علاقوں میں اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کرنے کی کوشش کریں تا اگر زیادہ نہیں تو کم از کم دس ہزار ہی شائع ہو سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش تھی کہ ریویو دس ہزار چھپے۔ کیا ہماری جماعت میں اتنی بھی غیرت نہیں کہ اس خواہش کو سال کے ایک پرچہ کے متعلق ہی پورا کر سکے اور میں سمجھتا ہوں اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کو اس ایک پرچہ کے متعلق ہی پورا کر دیں تو ممکن ہے خدا تعالیٰ ہماری اس قربانی کو دیکھ کر ہمیں سب کی اشاعت ہی دس ہزار کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کرنے کے خیال سے اس پرچہ کی اشاعت کم از کم دس ہزار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تعجب ہے کہ بڑی بڑی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی مثلاً لاہور میں ہزار دو ہزار پرچہ کا لگ جانا کوئی بڑی بات نہیں اگر سَو والنٹیئر بھی ایسے ہو جائیں جن میں سے ہر ایک تہیہ کر لے کہ میں ۲۰ پرچے فروخت کروں گا تو بھی دو ہزار پرچے بک سکتے ہیں۔ اسی طرح کلکتہ،

مدراس، لکھنؤ، دہلی اور دوسرے ایسے شہروں میں جہاں آبادی ایک لاکھ سے زائد ہو اگر کوشش کی جائے تو بہت کامیابی ہوسکتی ہے۔ ان مقامات پر ہماری جماعتیں اگرچہ کم ہیں لیکن احبابِ جماعت اپنے دوسرے مسلم یا غیر مسلم دوستوں سے مدد لے سکتے ہیں۔ پس اگر کوشش کی جائے تو دس ہزار پرچہ ان بڑے بڑے شہروں میں ہی فروخت ہوسکتا ہے۔ اس طرح اگر ہر جماعت اس کے لئے کوشش کرنا اپنے لئے فرض کرلے تو تیس ہزار پرچہ کا نکل جانا بھی بڑی بات نہیں لیکن اس کے لئے دلی کوشش کی ضرورت ہے۔ ''توراشنان موراشنان'' والی بات نہ ہونی چاہئے۔ کہتے ہیں کوئی برہمن نہانے کے لئے گیا سردی بہت شدت کی تھی اور ٹھنڈے پانی میں نہانے کی اُسے جرأت نہ ہوتی تھی۔ راستہ میں اسے ایک دوسرا برہمن ملا جس سے اس نے پوچھا کہ تم نے ایسی سردی میں کس طرح اشنان کیا؟ اس کے جواب میں اس نے کہا میں تو کپڑے اُتار کر پانی میں داخل ہونے لگا تھا لیکن سردی سے ڈر گیا اور ''توراشنان موراشنان'' کہہ کر ایک کنکر پانی میں پھینک دیا۔ اس پر دوسرے برہمن نے کہا اچھا تو پھر ''توراشنان سوموراشنان''۔ پس اگر یہ ''توراشنان موراشنان'' والا معاملہ نہ ہو اور دوست یہ بات نہ کریں کہ اگر ایک نے کہہ دیا کہ اچھا میں کوشش کروں گا تو باقی سارا کام اس کے سپرد کر کے چُپ چاپ بیٹھ جائیں بلکہ ہر ایک جماعت کا ہر فرد اس کے لئے کوشش کرے جہاں سَو افراد کی جماعت ہو وہاں ہزار اور جہاں دو سَو ہو وہاں دو ہزار اور ہر جگہ جماعت کی تعداد کے لحاظ سے سَو، پچاس، دس، پانچ، جتنے ممکن ہوں پرچے فروخت کرنے کی کوشش کی جائے تو بہت بڑی تعداد میں اس کی اشاعت ہوسکتی ہے۔ لاہور میں ہماری جماعت کے تین چار سَو افراد ہیں اور عورتیں بچے ملا کر پانچ سَو سے بھی زیادہ تعداد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سیالکوٹ میں پانچ چھ سَو اور عورتوں بچوں سمیت اس سے بہت زیادہ ہے، یہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق پرچے فروخت کرنے کا ذمہ لیں اور اسی طرح ہر شہر اپنی حیثیت کے مطابق اس میں کوشش کرے تو اس پرچہ کا بہت بڑی تعداد میں نکل جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ ضرورت صرف ارادہ اور نظام کی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں تمام کاموں کو خواہ مالی ہوں یا نشر و اشاعت یا اور کسی قسم کے کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (الفضل ۳۔ مئی ۱۹۲۹ء)

۱؎ ESSENCE: عطر۔ جوہر۔ عرق